بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

دہشت گرد کون؟

خرم مراد

یہ بیت المقدس نہیں تھا' یہ بغداد نہیں تھا' یہ سرائیوو نہیں تھا' یہ گروزنی نہیں تھا' یہ چرار شریف بھی نہیں تھا--- یہ امریکہ کے عین قلب میں واقع اوکلاہوما کا شہر تھا۔ مگر--- ۱۹ اپریل کو شہر کے وسط میں ایک کار میں ہزاروں پونڈ کا ٹائم بم' اس کا قیامت خیز دھماکا جس سے ۳ میل دور تک کی عمارتیں ہل گئیں' سرکاری دفاتر کی نو منزلہ دیو ہیکل عمارت جو آناً فاناً ملبہ بن گئی' جلی ہوئی مسخ شدہ لاشوں کا انبار (۱۳۷ نکالی جا سکیں' ۶۰ سے زیادہ راکھ بن گئیں)' معصوم بچوں کے بکھرے ہوئے اعضا' ان کے خون آلود جسم اور ان کی دل دوز چیخ و پکار--- سارا منظر ایسا لگتا تھا گویا انہی شہروں میں سے کسی شہر سے اٹھا کے لا کر یہاں رکھ دیا گیا ہو۔

"میں نے سرائیوو میں یہ سب کچھ ہوتے دیکھا تھا' سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کبھی یہاں امریکہ میں بھی وہی کچھ تباہی دیکھوں گا"۔ ایک دیکھنے والے نے کہا۔ حالانکہ سرائیوو اور بوسنیا میں ایک عرصے سے جس بربریت اور سفاکی کا مظاہرہ ہو رہا ہے' گروزنی اور چیچنیا میں جو قیامت بیت چکی ہے اور بیت رہی ہے' اور جس کو امریکہ اور یورپ خاموشی (اور شاید اطمینان) سے دیکھ رہے ہیں' اس کے مقابلے میں سیکڑوں اوکلاہوما بھی کچھ نہیں۔

ہفت روزہ نیوز ویک کے مطابق: "امریکہ کے قلب میں اس ایک تباہ شدہ عمارت کے نیچے یہ غلط خیالی بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفن ہو گئی کہ ہم کم از کم اپنے گھر میں محفوظ ہیں"۔ اگرچہ امریکہ میں' اوکلاہوما کے بغیر بھی' اس غلط خیالی کی کچھ زیادہ گنجایش نہیں تھی۔ اس امریکہ میں جہاں کے شہری آپس میں آتشیں اسلحے کے بے محابا استعمال سے ہر سال ۲۲ ہزار بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں' جہاں کوئی

سر پھرا اٹھتا ہے اور بلا کسی محرک کے تڑتڑ درجنوں اَن جانے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے ' جہاں حکومت اسلحے کے اس بے روک ٹوک استعمال پر کوئی برائے نام پابندی لگانے سے بھی عاجز ہے۔ لیکن یہی حکومت دنیا بھر کی پولس مین بنی پھرتی ہے 'اگرچہ اس پولس مین کا سارا زور صرف مسلمان ملکوں کو نہ صرف نیوکلیر بلکہ ہر قسم کے اسلحے سے محروم کرنے پر لگا ہوا ہے۔

اہلِ امریکہ اور مغرب ' بڑے اہتمام سے ' عرصے سے ' خود کو یہ باور کرائے بیٹھے ہیں کہ "ہم" اتنے مہذب اور انسانی حقوق کے اتنے بڑے محافظ ہیں کہ درندگی کی ایسی حرکات "ہم" تو کر ہی نہیں سکتے ' یہ "وہ" ہی کر سکتے ہیں جو باہر کے ہیں۔ باہر کے بھی کون لوگ؟ خبر سنتے ہی عام امریکیوں کو اس کے علاوہ کچھ نہ سوجھی ' اس لیے کہ ان کے حکمران اور میڈیا ان کو یہی باور کرا چکے ہیں 'کہ یہ دہشت گردی "مڈل ایسٹ میں پیدا ہونے والے" لوگوں (یعنی عرب مسلمانوں) اور اسلامی بنیاد پرستوں کے علاوہ کوئی اور کر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ذمہ دار لیڈروں نے فوراً ٹی وی ' ریڈیو اور اخباروں سے "فتوے" جاری کر دیے 'کسی ادنیٰ سے بھی ثبوت کے بغیر گم نام چشم دید گواہوں کے حوالے سے ' ملزمین کی "داڑھیوں" اور "کالے بالوں" کا ذکر نشر ہونے لگا 'ایک بے گناہ مسلمان عرب امریکن کو لندن ایرپورٹ سے گرفتار کر کے امریکہ واپس بھی لے آیا گیا۔

نتیجتاً مسلمانوں کے خلاف پارہ چڑھنے لگا 'نفرت کا لاوا ابلنے لگا 'ٹیلیفون بجنے لگے 'مسجدوں اور گھروں پر خوف ناک دھمکیوں کا تانتا بندھ گیا ' دوستوں نے آنکھیں پھیرلیں 'سڑکوں پر گالیاں دی گئیں اور "بچوں کے قاتل" کے لقب سے نوازا گیا۔ یہ سب کچھ دہشت گردی کی اس تعریف میں تو آ نہیں سکتا جو امریکہ تسلیم کرتا ہے 'لیکن نتیجہ وہی نکلا جو دہشت گردی کا نکلتا ہے۔ یعنی تمام مسلمان ' امریکن ہوں یا باہر سے آئے ہوئے ' اس وقت تک شدید خوف و ہراس کا شکار رہے جب تک اصل مجرم پکڑ نہ لیا گیا۔ یہ مجرم کون نکلا؟ ایک بالکل سفید فام ' اصلی اور نسلی امریکن ' سابق فوجی جو عراق میں داد شجاعت دے چکا ہے اور سیکڑوں عراقیوں کو ہتھیار ڈالنے کے باوجود موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

پتا چلا کہ یہ دہشت گردی نہ کسی "شیخ عبدالرحمٰن" کے آتشیں وعظ و نصیحت کا نتیجہ ہے نہ کسی "یوسف رمزی" کی شہ کار منصوبہ بندی کا۔ نہ یہ مڈل ایسٹ سے آنے والے کسی براؤن آدمی کا کام ہے ' نہ کسی اسلامی بنیاد پرست کا۔ نہ یہ مسلمانوں کے سروں پر جابر و مستبد حکمرانوں کو مسلط رکھنے ' قلبِ اسلام میں اسرائیل کا خنجر گھونپنے ' فلسطینیوں کو بے گھر کر کے تتر بتر کرنے اور دربدر کی ٹھوکریں

کھلانے' عراق میں ہزاروں فوجیوں کو زندہ جلا دینے اور زمین میں دفن کر دینے' ایرانی طیارے کو میزائل سے مار گرانے' الجیریا میں جمہوری تبدیلی کو سبوتاژ کرنے' مسلمان معاشروں کو اسلام کے مطابق جینے سے روکنے کے خلاف کسی بے بس و مجبور کا ردعمل یا احتجاج ہے۔ اور نہ غربت اور معاشی پس ماندگی کا نتیجہ۔ یہ نہ اس ایران کی شہ پر ہوا ہے جو امریکہ کو شیطان عظیم کہتا ہے اور جس کو امریکہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک قرار دے چکا ہے' نہ ان باقی ماندہ چار مسلمان ممالک' سوڈان' لیبیا' عراق یا شام میں سے کسی کی شہ پر' جن کو امریکہ ہر سال دہشت گرد قرار دینے کی رسم ادا کرتا ہے۔

یہ بھی پتا چلا کہ مجرم نہ تنہا ہے نہ دماغی مریض۔ چند لوگ نہیں لاکھوں لوگ ہیں ۳۰ ریاستوں میں ان کا جال بچھا ہوا ہے' منظم ہیں مسلح ہیں' کیل کانٹے سے لیس ہیں' جاہل نہیں تعلیم یافتہ ہیں' مہذب ہیں' کالے اور براؤن نہیں بالکل سفید فام ہیں' عرصے سے کتابچوں اور کمپیوٹر کے انٹرنیٹ کے ذریعے بم سازی اور دہشت گردی کے نسخوں کی اشاعت کر رہے ہیں۔ یہ ہیں جو اپنی حکومت کو "شیطان عظیم" کہتے ہیں' اپنی آزادیوں اور حقوق کا "دشمن نمبر ایک" سمجھتے ہیں' اس کے جبر و ظلم کی وجہ سے اسے "درندہ صفت" قرار دیتے ہیں۔ اور وہ حکومت جو دنیا بھر سے "یوسف رمزیوں" کو پکڑ پکڑ کر امریکہ لا رہی ہے' ان سے غافل ہے یا صرفِ نظر کیے ہوئے ہے۔

یہ حقیقت نکلی اس واقعے کی جسے امریکہ اپنی سرزمین پر دہشت گردی کا سب سے بڑا واقعہ قرار دے رہا ہے۔ سب سے بڑا واقعہ تو یہ اسی صورت میں کہا جا سکتا ہے جب ہم کولمبس کی آمد سے لے کر اوکلاہوما تک کی تاریخ کے وہ باب نہ کھولیں جن میں اس تشدد کی داستان رقم ہے جس نے ریڈ انڈینوں کا نسلی استیصال کیا' امریکہ کی سرزمین کو ان سے "پاک" کیا' انھیں "محفوظ علاقوں" کے اندر دھکیل دیا' اور نسل پرست کوکلکس کلین جیسی تنظیموں نے کالوں کو زندہ جلایا۔ لیکن بہرحال اس بہت بڑے واقعے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ امریکہ' جو دنیا بھر میں مسلمانوں اور مسلمان ملکوں کو دہشت گرد ٹھہرانے کی مہم میں پیش پیش ہے' خود اپنی گود میں امریکن دہشت گردوں کا کتنا بڑا گروہ پال رہا ہے۔

مجرموں کی شناخت کے بعد' چاہیے تو یہ تھا کہ یہ دوسری غلط خیالی بھی اوکلاہوما میں دفن ہو جاتی کہ ایسے کام "وہ" یعنی مسلمان ہی کر سکتے ہیں' "ہم" نہیں۔ لیکن ایسا ہو گا نہیں۔ حکومت اور میڈیا اس غبارے میں برابر ہوا بھرتے رہیں گے جس پر "دہشت گرد" اسلام کی تصویر پینٹ کر دی گئی ہے۔

انکشافِ حقیقت کے بعد' یہ بھی چاہیے تھا کہ مسلمانوں کے خلاف "فتوے" واپس لیے جاتے دنیا بھر کے مسلمانوں سے' بالخصوص امریکن مسلمانوں سے معافی مانگی جاتی' یا کم سے کم ان سے معذرت کی جاتی۔ لیکن اس غبارے کو اڑتا رکھنے کی سیاسی ضرورت کی وجہ سے یہ سب کچھ کرنے کا کیا

سوال تھا، ضرورت ہی نہیں محسوس کی گئی۔

بلکہ صورتِ حال اب بھی وہی ہے۔ اب بھی اس بات کا تصور تک خوف ناک ہے کہ اگر مجرم واقعی کوئی مسلمان ہی نکل آتا تو، یا کوئی مسلمان اگر ایک دوسرا "اوکلاہوما" کر دے تو! تو غالباً وہی ہو گا جو ہندستان میں اندرا گاندھی کے قتل کے بعد سکھوں کے ساتھ ہوا، مسلمانوں کے ساتھ برابر ہوتا رہتا ہے، وہی بیتی جو بوسنیا میں بیت رہی ہے، وہی کیا جاتا جو صدیوں تک یورپ میں یہودیوں کے ساتھ کیا جاتا رہا، یا وہ جو روانڈا میں ہو رہا ہے۔

اگر ہم ان خوف ناک امکانات کو محض خیالی باتیں نہیں سمجھتے، اگر اوکلاہوما کے بعد امریکی معاشرے کا موڈ اچانک مسلمانوں کے خلاف سیاہ پڑ گیا، تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اور اگر خلیجی جنگ کے وقت بھی اہلِ مغرب کا یہ موڈ، اوکلاہوما کی طرح ہی، مسلمانوں کے خلاف سیاہ رہا تھا (جیسا کہ ہفت روزہ ٹائم نے موازنہ کیا ہے)۔۔جس جنگ میں تقریباً سارے مسلمان حکمران امریکہ کے دوش بدوش ایک مسلمان ملک کو کچلنے میں شریک تھے۔۔تو اس بظاہر انتہائی تعجب خیز واقعے میں بھی تعجب کی کوئی بات نہیں، اس لیے کہ سیاسی مفادات کی خاطر اسلام کی جو تصویر دل و دماغ میں بٹھائی گئی ہے اس کا نتیجہ یہی نکلنا تھا۔ خلیج میں مسلمان امریکہ کی طرف سے ہی لڑ رہے ہوں، لیکن حملہ تو اسرائیل اور تیل کے چشموں کے خلاف ہوا تھا۔

اسی لیے، واشنگٹن پوسٹ کے کالم نویس اسٹیفن روز فیلڈ کو تو یہ کہنے میں کوئی باک نہیں: ہاں، مسلمانوں پر الزام لگانے میں جلد بازی کی گئی، اور یہ قابلِ مذمت ہے، خطرناک ہے۔ ہاں، مجھے اعتراف ہے کہ میرے ذہن میں بھی پہلی بات یہی آئی تھی کہ یہ کام مسلمانوں کا کیا ہوا ہے۔ لیکن ہمارے اس ردعمل کی بنیاد کوئی سفلی تعصب نہیں۔ یہ صرف اسلام کی "تصویر" کا مسئلہ نہیں۔ اس کی تہ میں حقیقت بھی ہے۔ [قصور مسلمانوں ہی کا ہے] مسلمان گروہ دہشت گردی کرتے ہیں، مسلمان اس کو جائز بھی سمجھتے ہیں، مسلمان حکومتیں اس کی پشت پناہی بھی کرتی ہیں۔ ہم دوستی اور انصاف کے نام پر اندھے تو نہیں بن سکتے۔ یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ امریکن بھی دہشت گرد ہوتے ہیں، لیکن کم سے کم ہماری حکومت ان کے خلاف تو ہے۔ [پھر دبے لفظوں میں یہ بھی کہتے ہیں] ہاں، ہماری حکومت کو بیرونی ممالک میں غیر قانونی قتل جیسے اقدامات سے اجتناب کرنا چاہیے، جنھیں دہشت گردی قرار دیا جاتا ہے، اور جن سے ہماری اخلاقی ساکھ کو نقصان پہنچتا ہے۔ (روزنامہ دی نیوز، ۲۰ اپریل)

حقیقت کیا ہے؟ یہی سب سے اہم سوال ہے۔ رومن حکمران' پونتیس پائلیٹ نے' سیدنا مسیح کے بارے میں یہی سوال پوچھتے پوچھتے' بالآخر انھیں صلیب پر چڑھانے کا حکم دے دیا تھا۔ ان رومن حکمرانوں کے آج کے جانشین بھی شاید اسی طرح مسلمان اور اسلام کو دہشت گردی کے الزام میں صلیب پر چڑھانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

مشکل یہ ہے ۔۔۔ اور طاقت وروں کے لیے آسانی بھی ۔۔۔ کہ دہشت گردی کیا ہے' یہی سرے سے مبہم اور غیر متعین ہے۔ توہین رسالت کے قانون میں ابہام کے بارے میں تو اتنا شور و غوغا ہے کہ جرمنی کے صدر نے بہ نفس نفیس اس مسئلے کو پاکستان کے حکمرانوں کے سامنے اٹھایا' جبکہ اس جرم کے تحت آج تک کسی کو کوئی سزا نہیں ملی ہے۔ مگر دہشت گردی کا "جرم" بھی بڑا عجیب جرم ہے! ایک طرف اس جرم میں افراد ہی کو نہیں' پوری کی پوری قوموں' بلکہ پورے مذہب و ملت کو تختہ دار پر چڑھایا جا رہا ہے' مبینہ ملزموں کو دھوکہ اور فریب سے ہائی جیک کر کے گرفتار کیا جا رہا ہے (جو خود ایک دہشت گردی ہے)۔ دوسری طرف کسی قانون کے تحت اس کی کوئی تعریف موجود نہیں' کسی بین الاقوامی قانون کے تحت یہ کوئی جرم نہیں ہے' نہ اس کی کوئی سزا ہے (عسکری' ۱۹۹۱)۔ بلکہ اس موضوع پر سب سے مستند کتاب کے مصنف کا کہنا ہے کہ دہشت گردی کی تعریف مبہم ہی نہیں مفقود ہے' مفقود ہی نہیں ناممکن ہے (Lacguer, 1977, p. 5)۔ جو بھی تعریف ہے وہ سخت متنازع ہے۔ کیونکہ یہ قانون کا مسئلہ ہی نہیں' سیاست کا مسئلہ ہے۔ ہر تعریف سیاسی تعریف ہوتی ہے' جس کا مقصد جرم کے تعین سے زیادہ ملزم کی مذمت ہوتا ہے' تاکہ اپنے مخالفین کی ناپسندیدہ حرکات کے خلاف کارروائی کا جواز ملے' اور ان کے خلاف اپنے تعصب اور اپنے سیاسی مفاد کے تقاضوں کی تکمیل ہو سکے (Rubenstein, 1977)۔

نتیجہ یہ ہے کہ جو تشدد اپنے مفاد میں ہو وہ برحق ہوتا ہے' جو اپنے خلاف ہو وہ ناحق ہے' دہشت گردی ہے۔ آج کا مجاہد حریت' کل کا دہشت گرد ہے' اور آج کا دہشت گرد کل کا وزیر اعظم (جیسے افغان مجاہدین' اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان' کینیا کے صدر جوموکینیاٹا)۔ اگر تشدد کرنے والے اپنے ہیں' تو ہمدردی کے ساتھ ان کے محرکات اور ان کی حرکات کے جواز اور ان کے علاج کا تجزیہ ہو گا' ان پر غور و خوض ہو گا۔ ان کا جرم ان کا انفرادی جرم شمار ہو گا' پوری قوم مجرم نہیں ٹھہرے گی۔ جیسے امریکی دہشت گرد۔ اگر ان کے تشدد سے اپنے مفاد پر زد پڑتی ہو' وہ سیاسی یا تہذیبی دشمن ہوں' تو وہ سخت دہشت گرد قرار پائیں گے' قابل تعزیر ٹھہریں گے۔ ان کا بچہ بھی مجرم' ان کا مذہب بھی مجرم' اور ان کا پورا ملک بھی مجرم' جیسے مسلمان دہشت گرد۔

جو ملک طاقت ور ہیں' وہ دھڑلے سے اپنے مفادات کے حصول کے لیے جس کے خلاف چاہیں' جہاں چاہیں' جس قسم کی فوجی' اقتصادی' سیاسی کارروائی چاہیں' وہ کرتے ہیں۔ وہ پورے پورے ملکوں کو اپنے تشدد کا نشانہ بناتے ہیں' جیسے امریکہ نے عراق' پانامہ اور ہیٹی کو بنایا۔ جب چاہیں' جہاں چاہیں' جتنے چاہیں' بم گرا دیتے ہیں۔ جیسے اسرائیل لبنان پر گراتا ہے' تیونس تک پہنچ کر پی ایل او کے ہیڈ کوارٹر پر گرائے' عراق کے نیوکلیر پلانٹ کو تباہ کیا' امریکہ نے کمبوڈیا کے چھوٹے سے علاقے پر اتنے بم گرائے کہ دوسری جنگ عظیم کی مہیب بمباری ماند پڑ گئی' طرابلس اور بن غازی کے شہری علاقوں اور کرنل قذافی کے گھر کو نشانہ بنایا۔ وہ اپنے ایجنٹ باہر بھیج کر حکومتوں کے تختے الٹ دیتے ہیں' جیسے سی آئی اے نے ایران میں ڈاکٹر مصدق کا تختہ الٹا۔ وہ بیرونی سربراہان حکومت اور لیڈروں کو قتل کرا سکتے ہیں اور ان پر قاتلانہ حملے کر سکتے ہیں' جیسے چلّی کے منتخب وزیراعظم ایلی اینڈے' کیوبا کے کاسترو' لیبیا کے قذافی' ایران کے صدر بہشتی اور وزیراعظم نوبہار' لبنان کے شیخ فضل اللہ' سعودی عرب کے شاہ فیصل' پاکستان کے جنرل ضیاء الحق' وغیرہ کے ساتھ کیا گیا۔ وہ ایک ملک کی پوری آبادی کو' بشمول عورتوں اور بچوں کے' طویل بھوک اور بیماری میں مبتلا کر سکتے ہیں' جیسے عراق میں۔

کیونکہ ان طاقت ور ملکوں ہی کے پاس دہشت گردی کی تعریف متعین کرنے کی طاقت اور اختیار بھی ہے' اس لیے وہ اپنے ان سارے افعال کو' اس ریاستی دہشت گردی کو' دہشت گردی کی تعریف سے باہر رکھتے ہیں' بلکہ انھیں حق و انصاف اور انسانیت کی فلاح کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ مگر جن بے طاقت و بے بس لوگوں کے پاس اپنے اوپر مظالم کے خلاف احتجاج رجسٹر کرانے اور اپنی طرف توجہ مبذول کرانے کے لیے ہائی جیکنگ' اکا دکا بم پھینکنے اور قتل کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں ہوتا' ان کے افعال کو یہ طاقتیں بڑے شدومد سے بدترین دہشت گردی قرار دیتی ہیں' اور سارے عالم کو ان کے خلاف کھڑا کرنے کے لیے بھاگ دوڑ کرتی رہتی ہیں۔ اسی لیے لاکھوں کی بھارتی فوج کشمیر میں' روسی فوج چیچنیا میں' اسرائیلی فوج بیروت میں جتنا بھی قتل عام کرے' گھر جلائے' یہ جائز کارروائیاں ہیں۔ دہشت گرد کشمیری ہیں' فلسطینی ہیں' چیچن ہیں' اور پاکستان ہے اگر وہ مظلوم کشمیریوں کی مدد کرے!

تصویر کے بجائے حقیقت کی تلاش ہو تو یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ خود ان مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے جان و مال' ان کا مذہب اور ان کی عبادت گاہیں دہشت گردی سے کس حد تک محفوظ ہیں۔

عبادت گاہوں اور قبرستانوں کے خلاف تشدد اور بے حرمتی کی کارروائیوں کو بدترین دہشت

گردی قرار دیا جانا چاہیے۔ برطانیہ ' جرمنی اور یورپ میں مساجد اور قبرستانوں پر حملوں اور وہاں سور کے ٹکڑے پھینکنے کے ان گنت واقعات ہوئے ہیں۔ لیکن امریکہ اس لحاظ سے بازی لے گیا۔ کیلیفورنیا میں ' سان فرانسکو سے ۱۵۰ میل دور ' یوبا شہر میں ۱۰ لاکھ ڈالر کے خرچ سے تین سال میں ایک خوب صورت مسجد تیار ہوئی (جس کی تعمیر کی اجازت دینے میں ہی دو سال لگائے گئے)۔ تیار ہوتے ہی یکم ستمبر ۱۹۹۴ کو آتش گیر کیمیائی مادوں کی مدد سے راتوں رات پوری مسجد کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ امریکہ ہر ملک میں تشدد کی ہر کارروائی کو خوب اچھالتا ہے ' پھر اس کی مذمت کے لیے بھی دباؤ ڈالتا ہے ' لیکن امریکن اخبارات ' ٹی وی اور ریڈیو نے اس حادثے کی خبر تک دینا گوارا نہ کیا۔ مسلمان خود کوشش نہ کرتے تو دنیا میں کسی کو اس کا علم بھی نہ ہوتا۔ گورنر پیٹر ولسن کی طرف سے اس بہیمانہ جرم کے خلاف ایک لفظ بھی سننے میں نہ آیا ' نہ کسی اور حکومتی عہدے دار نے کچھ کہا۔ مسلمانوں کا بین الملکی پارلیمانی وفد ' فارن افیرز کے ۵ عہدے داروں سے ملا تو انھوں نے اس واقعہ کا نوٹس لینے سے بھی انکار کر دیا ' بلکہ الٹا مسلم ممالک میں "انتہا پسند مسلمانوں" کی زیادتیوں کا شکوہ کرتے رہے۔ (اگر پاکستان میں ' یا کسی مسلمان ملک میں کوئی چرچ جلا دیا جاتا تو ۔۔۔)۔ اس سے پہلے بیت المقدس میں مسجد الخلیل میں یہودی دہشت گرد نے جو خون ریزی کی ' اس پر بھی یہی کچھ ہوا۔

اسلام کے نزدیک انسانی جان ' عبادت گاہ سے بھی زیادہ محترم ہے۔ برطانیہ ' جرمنی ' فرانس ' بلجیم وغیرہ میں سڑکوں پر اور گھروں میں مسلمانوں پر جو حملے مسلسل ہو رہے ہیں ' ان کا ذکر جانے دیجیے ' لیکن کسی کو پانی میں ڈبو دینے یا گھر میں جلا کر راکھ بنا دینے کی بہیمانہ دہشت گردی کیا کسی مسلمان "دہشت گرد" نے بھی کبھی کی ہے؟ لیکن دہشت گردی کے خلاف مہم چلانے والے ممالک میں رہنے والے مسلمان اس درندگی کا شکار بنتے رہتے ہیں۔ بس اس کے لیے میڈیا کا عنوان "نسلی تعصب" (Racism) ہے ' دہشت گردی نہیں۔ شکار ترک ' مراکشی ہوتا ہے ' مسلمان نہیں۔

۲۹ مئی ۱۹۹۳ کو کولون کے نزدیک واقع ' جرمنی کے شہر سولنجن (Solingen) میں دہشت گردوں نے ایک مسلمان گھر کو آگ لگا دی ' دو مسلمان عورتیں اور دو لڑکیاں گھر کے اندر جل کر مر گئیں ' ایک کھڑکی سے کودی ' وہ بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ یہ خاندان جرمنی میں ۲۰ سال سے مقیم تھا۔ اس نوعیت کا یہ پہلا واقعہ نہ تھا ' (نہ آخری ہو گا!) نومبر ۱۹۹۲ میں ' ہمبرگ کے قریب ' مولن (Molln) شہر میں دو مسلمان گھروں پر آتشیں بم پھینکے گئے ' اور ایک عورت اور دو لڑکیاں اپنے بستروں میں زندہ جل گئیں ' ۹ افراد شدید زخمی حالت میں بچ پائے۔ پیرس میں ' دو ہفتے قبل ' یکم مئی کو انتہا پسند صدارتی امیدوار لی پین کی ریلی کے موقع پر تین "سر منڈوں" (skinheads) نے ایک مراکشی مسلمان ' ابراہیم کو اٹھا کر دریائے سین میں غرق کر دیا ' اور خود مجمع میں گم ہو گئے۔ (پاکستان میں کسی کرسچین گھر کو

جلا دیا جاتا تو---)

تین مسلمان عورتوں اور پانچ لڑکیوں کو زندہ جلا دیا گیا تو جرمنی کے صدر کوہل نے کیا کیا؟ انھوں نے سولنجن میں جل کر مرنے والے مسلمانوں کے جنازے میں شرکت سے انکار کر دیا' نہ ان کے گھر گئے' بلکہ وہ آج تک کسی بھی ایسے گھر میں اظہار ہمدردی کے لیے نہیں گئے ہیں جہاں مسلمانوں پر حملہ ہوا ہو' وہ ان حرکتوں کی زوردار مذمت کرنا بھی ناپسند کرتے ہیں۔

کراچی میں دو امریکی سفارت کار مارے جائیں تو امریکہ ہل چل مچا دیتا ہے' ایف بی آئی کراچی آ اترتی ہے' اور ٹائم ' بغیر کسی ثبوت کے' یہ سرخی جمانے میں کوئی جھجک نہیں محسوس کرتا کہ "اسلامی تشدد نے دو جانیں لے لیں"۔ لیکن یورپ کے طول عرض میں عرصے سے ترک سفارت کاروں اور ترک مراکز کے خلاف جو دہشت گردی آرمینین اور کُرد کر رہے ہیں' ان کے خلاف یورپ کی حکومتیں تحفظ فراہم کرنے میں کیوں بالکل ناکام ہیں؟ جون اور نومبر ۱۹۹۳ کے دو دنوں میں کردستان ورکرز پارٹی نے ترکوں کے خلاف روزہ ۵۷، ۵۷ دہشت گردی کی کارروائیاں کیں۔ اسی طرح کی کارروائیاں آرمینین بھی کرتے رہے ہیں' مگر حکومتوں اور میڈیا کا غصہ اور نفرت ان دونوں کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ آرمینین بھی مظلوم ہیں' کُرد بھی مظلوم ہیں۔ کیا فلسطینی' کشمیری اور الجیرین مظلوم نہیں ہیں؟

ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ بعض مسلمانوں نے بے گناہ انسانوں کی جان و مال کی سلامتی کے مسلّم و محترم اصول کے خلاف کارروائیاں کی ہیں' اور کر رہے ہیں۔ بعض کارروائیوں کی کسی حکومت نے سرپرستی بھی کی ہوگی۔۔ بے شک وہ مسلمان مظلوم ہیں' طاقت سے محروم ہیں کہ اپنے اوپر سے ظلم دفع کر سکیں' بے بس اور کمزور ہیں' بعض سے ان کا ملک اور زمینیں بہ جبر چھین لی گئی ہیں اور وہ نصف صدی سے بے گھر ہیں' بعض کے جوان قتل کیے جا رہے ہیں' عورتیں بے حرمت کی جا رہی ہیں' گھر جلائے جا رہے ہیں' بعض کے اوپر مغربی حکومتوں کے سہارے ایسے حکمران مسلط ہیں جو جبر و استبداد کے بھی مرتکب ہیں' اور قومی دولت اپنی رنگ رلیوں اور مغربی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر لٹانے میں بھی مشغول۔۔ مغرب کے جرم و سزا کے فلسفے کی رُو سے ایسے لوگوں کے سارے جرائم جائز ٹھہریں گے۔ لیکن اسلام نے جو اٹل اور بے لاگ تعلیمات دی ہیں ان کی روشنی میں ہمیں ان سے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ان کی کارروائیاں خلافِ اسلام ہیں اور انھیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ان کارروائیوں سے اسلام کے مقاصد پورے نہیں ہوں گے۔

اسلام کی رُو سے: انسانی جان اتنی قیمتی ہے کہ ایک بے گناہ کا خون بہانا ایسا ہے کہ گویا سارے

انسانوں کا خون بہا دیا (المائدہ)۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھوں اور زبان سے لوگوں کی جان' مال اور عزت محفوظ رہے (بخاری)۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں۔ حالت جنگ میں کوئی مشرک بھی پناہ مانگے تو اسے پناہ دے کر اپنے ٹھکانے پر پہنچا دینے کا حکم ہے (التوبہ)۔ کوئی امن و صلح کی درخواست کر دے' اس کو مارنا حرام ہے۔ قیدی کو چھوڑ دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کو باندھ کر مارنے کی سرے سے کوئی گنجایش ہی نہیں۔ حالت جنگ میں بھی' عورتوں' بچوں' بوڑھوں' معذوروں اور بیماروں پر ہاتھ اٹھانے سے اور کھیتوں اور کارخانوں کو جلانے سے منع کیا گیا ہے۔

ہم اس دلیل کے بھی قائل نہیں کہ کیوں کہ "یہ گناہ آپ بھی کرتے ہیں" اس لیے ہمارے لیے بھی کرنا جائز ہے۔ مسلمانوں کی جن کارروائیوں کو مغرب اپنی تعریف کے مطابق دہشت گردی قرار دیتا ہے' وہ مغرب کی ویسی ہی کارروائیوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ لیکن ہم فی الوقت اس موازنے میں پڑنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں دیکھتے۔

ہم امریکہ اور مغرب کے حکمرانوں' دانش وروں اور میڈیا سے صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خدا کے لیے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کا زہر گھولنے کا یہ خطرناک کھیل بند کر دیجیے' ورنہ جو آگ آپ بھڑکا رہے ہیں' اس میں آپ خود بھی بھسم ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں جس چابک دستی سے آپ نے اسلام کو فنڈامنٹلزم کی (جو ایک عیسائی اصطلاح ہے)' اور فنڈامنٹلزم کو دہشت گردی کی نقاب اڑھائی ہے' گویا اسلام = فنڈامنٹلزم = دہشت گردی کی تکون قائم کی ہے' اس سے آپ نہ اپنا بھلا کر رہے ہیں' نہ دنیا کا۔ جاپان کی ٹرینوں میں زہریلی گیس' ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور اوکلاہوما میں بم کے دھماکے یہ بتانے کے لیے کافی ہونا چاہییں کہ بے بس مظلوم یا اپنے مقصد کے متوالے کیا کچھ نہیں کر سکتے۔ کچھ ضروری نہیں کہ یہ کرنے والے مسلمان ہی ہوں۔

آپ ہی نے دنیا بھر کو یقین دلایا ہے کہ اصل خطرہ اسلام اور مسلمان ہیں۔ رابرٹ اوکلے' اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا پالیسی پیپر (اکتوبر' ۸۵) لکھتے ہیں تو کہتے ہیں: خانگی دہشت گردی بھی ایک سنگین مسئلہ ہے مگر ایف بی آئی اور نفاذ قانون کے ادارے اس کو قابو سے باہر نہیں ہونے دیں گے [اوکلاہوما نے ثابت کر دیا کہ وہ کتنے قادر ہیں]۔ وسیع پیمانے پر دہشت گردی کا اصل خطرہ تو باہر سے ہے' خاص طور پر مسلم (Moslem) سے۔ اے بی سی کے نائٹ لائن پروگرام میں' ۔ ۴۸ ماہ (۱۹۸۵ تا ۱۹۸۸) میں ۵۲ پروگرام دہشت گردی کے بارے میں دکھائے جاتے ہیں' تو ان میں سے ۴۸ کا ارتکاز مشرق وسطی پر ہوتا ہے۔ لیکن نیوز ویک' اوکلاہوما سے قبل سات دن کے واقعات کا جائزہ پیش کرتا ہے تو ۱۳ میں سے صرف ۲ کا تعلق مسلمانوں سے نکلتا ہے۔

اسی نفرت انگیزی کا نتیجہ ہے کہ مغرب اور اسلام کے درمیان محاذ آرائی گرم سے گرم تر ہوتی جا رہی ہے' اور مسلمانوں کے دلوں میں امریکہ کے خلاف نفرت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اس نفرت کا دائرہ اب کوئی صرف بنیاد پرستوں تک محدود نہیں' بڑے بڑے سیکولر' لبرل' دانش ور' صحافی اور لیڈر اس میں شریک ہو چکے ہیں۔

کیا یہ سب اچھا ہو رہا ہے؟ کیا امریکہ کو یہی مطلوب ہے؟

مسلمان "جیو اور جینے دو" کے اصول پر مغرب سے اچھے تعلقات استوار کر سکتے ہیں۔ اس کا پہلا تقاضا یہ ہو گا کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق جئیں گے' آپ اس کو قبول کر لیں تو فبہا' ورنہ مسلمان اپنا یہ حق حاصل کرنے کے لیے جان دینے سے بھی دریغ نہ کرے گا۔ ہاں' جو مسلمان مغرب میں رہتے ہیں وہ وہاں کے خیر خواہ اور وہاں کے قوانین کے پابند ہوں گے۔ اس کا دوسرا تقاضا یہ ہو گا مسلمان عوام' جابر و مستبد اور مغرب کے ایجنٹ' حکمرانوں کے پیران تسمہ پا کی گرفت سے اپنی گردنیں آزاد کریں گے۔ وہ اپنے وسائل اور دولت کو اپنی صواب دید کے مطابق آزادی سے استعمال کرنے کا اختیار حاصل کریں گے۔ وہ ترقی اپنے ماڈل کے مطابق کریں گے۔ اس کے لازمی معنی یہ نہیں کہ وہ مغرب کے مفادات کو نقصان پہنچائیں گے۔ آج کی دنیا میں تعاون ہی سے معاشی و سائنسی ترقی ممکن ہے۔ مگر مغرب کو ناجائز استحصال ضرور ختم کرنا ہو گا۔

اس فریم ورک میں' اگر مغرب مسلمان ممالک کو اپنے سیاسی اور اقتصادی شکنجے میں کسے رکھنے پر مصر نہ ہو' تو اسلامی تحریکات بھی' بنیاد پرست بھی' عام مسلمان بھی' امریکہ اور مغرب کے اچھے دوست ثابت ہو سکتے ہیں۔ انھیں امریکہ سے کوئی پیدائشی دشمنی نہیں۔

اگر امریکہ اور مغرب اپنی روش اور اسلام اور مسلمان کے خلاف اپنی دشمنی اور نفرت انگیزی پر اڑے رہے' تو ہمیں خطرہ ہے کہ کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو گا۔ حال ہی میں کینیڈی۔ جانسن دور میں ویت نام جنگ کے معمار' سابق وزیر دفاع' رابرٹ میکنامارا نے اپنا "اعتراف گناہ" شائع کیا ہے۔ اس جنگ میں ۶۰ ہزار امریکن جانوں' ۳۰ لاکھ ویت نامی جانوں اور اربہا ارب ڈالروں کی قیمت ادا کرنے کے بعد' وہ کہتے ہیں: ہائے افسوس ہم نے جو کچھ کیا تھا غلط کیا تھا' بہت غلط' ایک عظیم الشان غلطی... غلطی کی وجہ یہ تھی کہ ہم وہاں کے لوگوں کی تاریخ' کلچر اور سیاست سے بالکل ناواقف تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت گذرنے کے بعد' اس سے زیادہ گراں قیمت ادا کرنے کے بعد' کسی میکنامارا کو یہی کچھ نہ کہنا پڑے۔

ہماری تمنا ہے کہ امریکہ اور مغرب اپنی غلط روش کا احساس کریں اور مسلم دنیا سے اپنے تعلقات کو ایک نئے سانچے میں ڈھال کر نئے سرے سے ان کا آغاز کریں۔